گلدستہ مشاعرہ سالانہ

زید پور

ضلع بارہ بنکی

سنہ ۱۹۳۱ء

مطبوعہ مطبع نامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

گلدستۂ مشاعرۂ سالانہ

زید

ضلع بارہ بنکی

سنہ ۱۹۳۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیدپور کا سالانہ مشاعرہ مثل سال گزشتہ بانیٔ مشاعرہ کے امام باڑہ میں بصدارت جناب سید آغا حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا رئیس زیدپور حسب اعلان بتاریخ ۲۶ ماہ دسمبر ۱۹۳۱ء بوقت ۹ بجے شب، نہایت لطف سے شروع ہو کر قریب ۳ بجے کے بہت کامیابی کیساتھ ختم ہوا یہ مشاعرہ سال گزشتہ کے مشاعرہ سے بھی زیادہ کامیاب رہا، بانیٔ مشاعرہ حضرات شعراء و سامعین دونوں کا بیحد ممنون ہیں جنھوں نے ذوق و شوق سے مشاعرہ کو زینت دی اور مشاعرہ کو کامیاب بنانے میں اشتراک عمل کر کے میری ہمت افزائی فرمائی جن کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا میرا فرض اولین ہے۔

مشاعرہ کے لیے دو طرحیں تجویز ہوئی تھیں جو درج ذیل ہیں جناب صدر نے مشاعرہ کے دو دور حسب معمول قرار دیئے تھے دور اول طرح اول پر اور دور ثانی طرح ثانی پر ہوا غرضیکہ دونوں طرحوں میں نہایت کامیاب رہیں ہر دو طرحوں پر حضرات شعراء سے طبع آزمائی کی استدعا کی گئی تھی جو قبول ہوئی

طرح {
(۱) کچھ اس ادا سے وہ محفل میں بے نقاب رہا
(۲) نگہ اُس شوخ کی بجلی ہے یا ہے نوک نشتر کی

حضرات شعراء نے طبع آزمائی و سامعین نے داد سخن میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی مقامی شعرائے جناب جعفری صاحب کسی خاص وجہ سے و جناب ناشاد صاحب بوجہ باہر چلے جانے کے مثل سال گزشتہ شرکت نہ کر سکے جس کا افسوس ہے جناب جنون صاحب کی غزل دوسرے روز پہونچی جو شکریہ کے ساتھ درج گلدستہ کیجاتی ہے اور حضرات شعراء و سامعین سے استدعا ہے آئندہ مشاعرہ کو کامیاب بنانے میں میری اعانت فرمائینگے۔

ناچیز طالب

دورِ اوّل

غزل غیر طرح

طالب حکیم سید علی محمد رفیق چیئرمین ٹاؤن ایریا زیدپور بانی مشاعرہ

خوشبو جو تری زلف معنبر سے اڑی ہے
آسائش و راحت دلِ مضطر سے اڑی ہے

دیتی ہے خبر صبح شب بیمار کو ہوگی
رونق کہ سرِ شام ہی بستر سے اڑی ہے

میخوار کے بھی صبر کا پیمانہ ہے لبریز
خوشبو جو چھلکتے ہوئے ساغر سے اڑی ہے

مصروف وہاں خواب میں ہے ناز سے کوئی
اور نیند یہاں میرے مقدر سے اڑی ہے

رہ رہ کے نشیمن کی کشش کھینچ رہی ہے
اور طاقتِ پرواز یہاں پر سے اڑی ہے

کیا دل جلوں کا خون دمِ ذبح نکلتا
کچھ بھاپ سی قاتل ترے خنجر سے اڑی ہے

کہہ دے کوئی اُن سے نہ مری موت پہ روئیں
جھوٹی یہ خبر دشمنوں کے گھر سے اڑی ہے

ہے شمع بھی افسردہ مری قبر پہ طالب
اور بوئے وفا پھولوں کی چادر سے اڑی ہے

احمد۔ سیّد احمد حسین صاحب ابن جناب سیّد محمد شاہ صاحب وکیل زید پوری

تباہیون سے مری گھر بھی خراب رہا — مجھے مٹا کے زمانہ مین انقلاب رہا

نہ ہے نصیب کہ دن نکلے آئی شام وصال — تمام شب مرے پہلو مین آفتاب رہا

دل ضعیف پہ کمزوریون کا تھا الزام — مگر یہ حسن پرستی مین انتخاب رہا

ہزار دن اٹھینگے فتنہ قیامت آئیگی — اگر یہ جوش یہ اٹھتا ہوا شباب رہا

قریب منزل عمر اور بعید وعدہ وصل — خیال گیسوئے جانان خیال خواب رہا

غدیر خم مری توبہ کے ٹوٹنے کی جگہ — جہان یہ وعظ و ناصح کو پیچ و تاب رہا

مریض ہجر کی احمد ترانہ سنجی کیا
خدا کا شکر جو اتنا بھی کامیاب رہا

اکمل جناب مولوی سید متوسط حسین صاحب بدایونی

نقاب مین بھی رخ دوست بے نقاب رہا
کہ آفتاب نہ بدلی مین آفتاب رہا

کسیکے واسطے حسن اوسطرف نقاب رہا
کسیکے واسطے عشق اسطرف حجاب رہا

خمار مین وہی کیفت شراب ناب رہا
مزا ہے شیب مین بھی نشۂ شباب رہا

دیار حسن سے قاصد نہین پھرا نہ سہی
یہ کم ہے کچھ کہ خط عشق لا جواب رہا

جہان جہان پہ نبین قدم بادہ خوار کی
وہان وہان پہ گہر بار رات دن سحاب رہا

خرام ناز کا مشتاق اور کروٹ لے
ہزار فتنے اٹھے پر وہ محو خواب رہا

ہمیشہ منزل مقصود تک وہی پہونچا
جو عشق دوست مین سرگشتہ و خراب رہا

اگر یہ پوچھین زلیخا سے پوچھ سکتے ہین
پلٹ کے آیا جو باقی بھی وہ شباب رہا

ہلال بدر بنا، بدر سے ہلال بنا
جو آفتاب تھا ہر وقت آفتاب رہا

نظیر اسکا پھر اہل وفا مین کیون ڈھونڈھین
جو فرد، فرد مین ہنگام انتخاب رہا

خدا کیواسطے کچھ ذکر رحمت اے واعظ
بیان عذاب کا سب کے لیے عذاب رہا

نہ میکدے کے وہ قابل نہ جام کے لائق
جسے محبت ساقی سے اجتناب رہا

یقین عاشق صادق نہ کچھ بڑھا نہ گھٹا
حجاب کوئی کب اسکے لیے حجاب رہا

نہ جوش حسن ہوا کم، نہ زور عشق گھٹا
ہمیشہ زور پہ ان دونون کا شباب رہا

یہ نکتہ سنجون کی ہے نکتہ سنجی اے اکمل
مشاعرہ مین جو اک ایک کامیاب رہا

جنون جناب سید محمد سجاد صاحب ابن جناب سید مصدق حسین صاحب مرحوم زیدپوری

وہ دور مجھ سے رہا اوسکے در جواب رہا
شریک حال مرے دلکا اضطراب رہا

کل اونکے ہاتھ مین پیالۂ شراب رہا
عروج حسن کی منزل پہ آفتاب رہا

نہ ایک شب بھی رہا آکے بیوفا سے گھر
اگر رہا بھی تو آیا ہوا عتاب رہا

ہوائین ڈھونڈھتی تھین تو کہان تھا اے ساقی
ترے فراق مین نالان بہت سحاب رہا

چمن مین غنچۂ گل پیرہن رہا جب تک
مرا بھی رشتۂ جان شامل طناب رہا

بہم ہم کا نشے نمایندہ تھی ہستی مین
یہ جان نثار ترا صورت حباب رہا

ریاض حسن مین ہو قد سبز رخ یار
یہی تو خط ہے جو عالم مین لاجواب رہا

ستارے ... شکوہ یا سحر ٹوٹے
مری نظر سے جو غائب وہ آفتاب رہا

جب آئے وہ ... تو اٹھے پاؤن پھر
قدم قدم پہ سرافراز انقلاب رہا

چھپایا منہ گل تر نے حیا کے دامن مین
وہ لالہ رخ جو گلستان مین بے نقاب رہا

خطا یہ ہے دل انتظام تیری سے ہے
جو رنگ حسرتون کی بزم کا خراب رہا

بہائے شمع نے آنسو جو بیکسی پہ مری
لحد کا طاق بھی اک دیدۂ پرآب رہا

وہ کب ... گم تھا اگر حشر مین یہ راز کھلا
کہ دفن کوچہ مین اونکے مرا شباب رہا

وہ کیا تھا ... کا عشق سمجھتے ہین
میان عاشق و معشوق یہ حجاب رہا

جنون فیض تجھے ہے تعلق طالب کا
مشاعرہ جو ہر طور کامیاب رہا

حیدر جناب حکیم حمید نواب صاحب ابن جناب حکیم اوستادی المعظم سید محمد نواب صاحب اعلی اللہ مقامہ لکھنوی

فضائے دہر میں برپا اک انقلاب رہا
غضب کیا سر محفل وہ بے نقاب رہا

میں جان و دل سے فدا اس تسلی دینے کے
نہ درد دل رہا باقی نہ اضطراب رہا

کسی کو کیا میں کہوں جبکہ خود ہی بچ نہ سکا
شباب تک مرے دل پر عجیب عذاب رہا

طلوع مہر قیامت کا شک رہا سب کو
جس انجمن میں کہیں وہ رشک آفتاب رہا

کمان میں جوڑ کے ناوک تم آئے تھے جنکو
تمام رات مرے دل کو اضطراب رہا

جہان میں آپ بھی رکھتے ہیں چہرہ روشن
غلط ہے یہ کہ یہاں ایک آفتاب رہا

نتیجہ ملگیا سودائے زلف پرفن کا
تمام عمر مرے دلکو پیچ و تاب رہا

اسی لیے تو کہا تھا نہ ہمکو قتل کرو
ہمارے بعد زمانہ میں انقلاب رہا

تمام عمر میں رویا تمہاری فرقت میں
گلے لگے مرے دن رات گھر میں آب رہا

مدد سے چشم تصور کی ہوگیا دیدار
اگرچہ اک مہ کامل تہ نقاب رہا

ہر ایک بات کو ٹالا سکوت سے اسنے
مرے سوال کا حیدر یہی جواب رہا

رضا جناب سید ہاشم رضا صاحب

ابن جناب سید آغا علی صاحب رئیس زیدپور

خدا گواہ کہ جبتک وہ بے نقاب رہا
عجیب طرح کا محفل مین انقلاب رہا

رہا نہ ہوش ہی جسوقت تک شباب رہا
خراب عشق دل خانمان خراب رہا

وہ ماہ صبح کو جبتک کہ محو خواب رہا
چھپائے شرم سے منہ اپنا آفتاب رہا

چڑھا جو اسکی نظر پر وہ انتخاب رہا
اُتر گیا جو نظر سے وہی خراب رہا

تمام رات یہان انتظار مین گذری
وہ شوخ چین سے بستر پہ محو خواب رہا

نہین حیات بشر کو قیام آنا بھی
کہ جسقدر سر آب روان حباب رہا

کیا تھا عشق نے مہمان جیسے شب معراج
تمام خلق مین وہ حسن لاجواب رہا

رقیب جمع تھے گو بزم مین مگر صد شکر
کہ انجمن مین مجھی سے فقط خطاب رہا

جدا وہ تھے ولیکن نہ تھا کوئی ربط دلسے مرے
مین مضطرب تھا تو کیون انکو اضطراب رہا

بتا ہیون سے بچے کوئی دل محال ہے یہ
اگر تمہارا یہی عالم شباب رہا

رضا تری نگہ انتخاب تھی جس پر
وہی حسین حسینون مین انتخاب رہا

شاد جناب سید محمد شاد صاحب

بی۔ اے، ایل ایل بی وکیل زیدپوری

عجیب عمر دو روزہ کا بھی حساب رہا
رکا ہوا سا زمانہ کا انقلاب رہا
تہلکے حسن سے کیا حسن یوسفی کو لگاؤ
رہی رونق کاشانۂ الم باقی
سنایا نزع کا قصہ تو ان کو نیند آئی
بکھرے رہے سر بالیں وہ زلف بکھرائے
گلے لگا لیا موسے کو برق نے ہنس کر

کبھی شباب کبھی ماتم شباب رہا
کسی کے ہاتھ پہ گردش میں آفتاب رہا
وہاں تو حسن باندازۂ شباب رہا
سکون دل سے مجھے اور اضطراب رہا
مرے فسانہ کا ٹکڑا یہ لاجواب رہا
میں محو خواب رہا سر پہ آفتاب رہا
یہ بات کرنے کا انداز لاجواب رہا

نظر نہ آیا مسافر کو خواب منزل کا
سواد گوچۂ گیسو میں دل خراب رہا

عنبر۔ جناب منشی امیر شاہ صاحب

تمہارا حسن جو عالم میں لاجواب رہا
ہمارا عشق و محبت میں انتخاب رہا

خیال تیرا غم ہجر میں ثواب رہا
تڑپ تڑپ کے رہا دل یہی عذاب رہا

اُٹھی نقاب نہ رخ سے کیا حجاب رہا
ہلال عید شب وصل ماہتاب رہا

جو شب کو بزم میں وہ ماہ بے نقاب رہا
تو کیا ہی شمع منور کو پیچ و تاب رہا

اُدھر کی خاطر کی پوری ادھر ستمگر نے
ہمارے اور رقیبوں میں کشمکش کیا حساب رہا

اسی سبب سے لگا اُسکے حسن میں دھبا
کسی کے عشق میں دلسوز ماہتاب رہا

ہزاروں مٹ گئے لاکھوں کے تن میں جان آئی
نگاہ ناز کا اونکی عجب حساب رہا

کسی طرح سے نہ سلجھا ہزار سلجھایا
جو عشق زلف میں اس دلکو پیچ و تاب رہا

ادھر تھے آنکھوں سے آنسو اُدھر تھی لب پہ ہنسی
یہ ابر بار رہا، گر وہ برق تاب رہا

ہوا جو جلوہ فگن شعلہ رو تو نظروں میں
نہ آفتاب رہا اور نہ ماہتاب رہا

شراب پینے جو دیکھا اُنھیں رقیب کے ساتھ
تو سوز غم سے یہ دل صورت کباب رہا

بلائیں لیتا رہا میں چکور کی صورت
جو شب کو ماہ لقا محو ناز خواب رہا

کبھی خوشی سے اُٹھا گر تو غم سے بیٹھ گیا
جہان کے بحر میں دل صورت حباب رہا

وصال سے ہے فضیلت غم جدائی کو
مرے سوال کا ہر دم یہی جواب رہا

ہوئیں کسی سے نہ چار آنکھیں انکی اے عنبر
کچھ اس ادا سے وہ محفل میں بے نقاب رہا

عابد جناب سید محمد عابد صاحب رئیس زیدپوری

نہ بچپنا رہا باقی نہ وہ شباب رہا
تباہ کرکے دل خانمان خراب رہا

کچھ اس ادا سے وہ محفل میں بے نقاب رہا
کہ سب حسینوں میں عالم کے انتخاب رہا

جو آئینہ میں نظر آیا اپنا حسن و جمال
تو بول اوٹھے یہ حسینوں میں لاجواب رہا

عبث غرور حسینوں کو ہے زمانہ میں
ہے چند روزہ کسی کا نہیں شباب رہا

کچھ اسطرح شب معراج میں ملے دونوں
کہ درمیان میں باقی فقط حجاب رہا

تری نگاہ کے صدقے تری ادا کے نثار
جسے پسند کیا تو نے لاجواب رہا

کبھی تو جلوہ سر عرش اور کبھی سر طور
پھر اس پہ دعوی ہے اس بات کا حجاب رہا

نہ ہے گلے گل و بلبل نہ زمزمہ خوانی
مٹا کے گلشن عالم کو انقلاب رہا

نہ کس طرح سے منور ہو قبر عابد کی
کہ خود فلک سر بالین اک آفتاب رہا

عباسؔ جناب حکیم سید علی عباس صاحب زیدپوری

امیدِ وصل میں کس وقت کامیاب رہا
یہ وہ سوال ہے جو تشنۂ جواب رہا

نہ دل میں چین نہ آنکھوں میں میری خواب رہا
ہر ایک لمحہ شبِ غم کا اک عذاب رہا

وہ لاجواب تھا ہر وقت لاجواب رہا
کسی کا حسن زمانے میں انتخاب رہا

ہیں بےحساب گنہ میرے مانتا ہوں میں
ترا کرم بھی تو دنیا پہ بےحساب رہا

خیال و ذہن میں کچھ باتیں رہ گئیں محفوظ
نہ اب وہ جوش رہا اور نہ وہ شباب رہا

نگاہِ ناز سے کہتا ہے زخم خوردہ دل
شکست کھا کے محبت میں کامیاب رہا

زمانہ تیرے خرابات نے خراب کیا
خراب ہونے کو آیا تھا میں خراب رہا

سلام کرتا ہے عباسؔ اور وہ چپ ہیں
مرا سلام نہ کیوں لائقِ جواب رہا

قاسم جناب سید قاسم رضا صاحب نہٹوری

وہ جتنی دیر کہ محفل مین بے نقاب رہا
چھپائے منہ کو خجالت سے آفتاب رہا

کبھی خوشی ہمین اور گاہ اضطراب رہا
غرض کہ یوہین زمانے کو انقلاب رہا

جو بزم غیر مین شب کو وہ بے نقاب رہا
غم و الم کا نہ باقی کوئی حساب رہا

کہان ہین جیسے گردونکے کامیاب رہا
خزان کی نذر مرا گلشن شباب رہا

فنا کے بعد یہ گریے فیض حاصل تھا
مرے مزار پہ چھایا ہوا سحاب رہا

انھین جو شام کو دیکھا تھا زلف بکھرائے
تمام رات مرا حال دل خراب رہا

زمانہ ہوگا تہ و بالا دیکھنا قاسم
ترقیون پہ اگر تیرا اضطراب رہا

⁂

کاظم جناب سید محمد کاظم صاحب ابن جناب سید مولانا فواد حسین صاحب مُلّا فاضل زیدپوری

کبھی جہان میں لڑکپن کبھی شباب رہا
مجھے بھی ساتھ زمانے کے انقلاب رہا

حجاب ہی میں مری خاطر آفتاب رہا
جو بے نقاب رہے، نور رخ نقاب رہا

کھلا تھا دیدۂ دل، بند چشم ظاہر میں
میں جاگ رہا تھا غلط سمجھے محو خواب رہا

انہی کے ساتھ ہوا حشر و نشر بھی اوس کا
کسی کے عشق میں جو عمر بھر خراب رہا

میں عرض کر چکا پیش داور محشر
انہی کے ذمے ہر اک بات کا جواب رہا

نکل گیا تھا مرے منہ سے آپ لیسے ہیں
وہ یوں ہنسے کہ مجھے مدتوں حجاب رہا

دہن پہ مہر خموشی تھی پھر بھی محشر میں
کوئی سوال نہ باقی کوئی جواب رہا

اگر جنازہ پر آگئے تو کیوں یہ فرماتے
کسی کی روح سے محشر تک حجاب رہا

بنی ہوئی ہے دم باز پرس محشر میں
وہ مطمئن رہے اور مجکو اضطراب رہا

غضب ہے نزع میں پانی دیا گئے نا فہم
مرے قریب کہا ساغر شراب رہا

وہ اپنا جلوہ دکھاتا رہا بہر صورت
نہ آفتاب رہا جب تو ماہتاب رہا

مشاعرہ کی میں تعریف کیا کروں کاظم
ہر ایک طرح سے دیکھئے تو کامیاب رہا

کامل جناب سیّد علی حسن صاحب
بی اے ایل ایل بی وکیل زیدپوری

جو کوئی وقفِ کشش صرفِ اضطراب رہا
تو کوئی شمعِ صفت گھل کے آب آب رہا

ہجومِ تارِ نظر سے بھی اک حجاب رہا
عیاں رہا بھی تو ہالے میں ماہتاب رہا

وہاں تو آنکھ ملانے سے اجتناب رہا
اُمیدِ دید میں یاں دل کو اضطراب رہا

جو فکرِ عالمِ امکاں کو جستجو کی ہوئی
تو انتخاب ترا حسنِ لاجواب رہا

بھرا تھا شیشے میں پُر جوش بادۂ گلرنگ
بلا کا حسن غضب عالمِ شباب رہا

شعاعِ حسن کی پردے میں صورتِ خورشید
وہ بے نقاب تھا لیکن بے حجاب رہا

نہ دامِ زلفِ گرہ گیر سے بچا آخر
بلا میں پھنس کے دل خانماں خراب رہا

بنا یا آئینۂ دل لیے یوں مرقعِ حسن
کہ ہم تو دیکھ سکے غیب سے حجاب رہا

تڑپ تڑپ کے گزاری کسی نے ہجر کی رات
بصد سکون کوئی شب کو محوِ خواب رہا

ادھر تو سوزِ محبت سے شمع جلتی رہی
ادھر تپش سے دلِ سوختہ کباب رہا

جو اُنکی باتوں میں ہم محو ہو گئے کامل
تو یاد پھر نہ سوال اور نہ کچھ جواب رہا

منتصر جناب سید منتصر حسین صاحب متعلم اردو فائنل اسکول زیدپور

جو ہم سے پوچھیں نہ جب جلوۂ شباب رہا
نہ آفتاب رہا پھر نہ ماہتاب رہا

اندھیرا دور رہا جب تلک شباب رہا
شباب کیا رہا دن رات آفتاب رہا

اسی کیواسطے ہر طرح ہے بقائے دوام
دیار عشق مین جو عمر بھر خراب رہا

مریض ہجر مسیحا بھی ہم بھی، یہ کہیے
سکون کسکو رہا کسکو اضطراب رہا

وہ روز حشر ہوا باعث سکون و قرار
شب فراق ہمین جتنا پیچ و تاب رہا

چمن مین خاک اڑانے کا یہ نتیجہ ہے
عوض سکون کے صرصر کو اضطراب رہا

ہمارا دامن تر دیکھکر قیامت مین
سرون کے پاس ہی ہر ایک کے آفتاب رہا

سمجھ مین آیا نہ تعبیر دینے والون کے
کچھ اسطرح سے پریشان اپنا خواب رہا

اٹھائے لطف مزے لوٹے دوست دشمن نے
بلا سے آگ کسی کا جو دل کباب رہا

بلاکشان محبت کہان ہین سب یکسان
جو انتخاب تھا وہ جان انتخاب رہا

وہ شان عاشق و معشوق ہے کچھ خاص کہ عام
اگر نہ بیچ مین حائل کوئی حجاب رہا

کتاب عشق کو دیکھا تو ہم نے یون دیکھا
ہمیشہ پیش نظر مطلب کتاب رہا

خزان گواہ ادھر ہے بہار ادھر شاہد
ہمیشہ عالم فانی مین انقلاب رہا

یہ کسکے جلوۂ رخ سے بدل گئی دنیا
وہ اوج ماہ نہ وہ دور آفتاب رہا

جناب سید محمد علی صاحب ابن جناب مولوی سید فیاد حسین صاحب زیدپوری

کمال ضبط پہ یہ جوش اضطراب رہا
کہ حال کاوش دل از حجاب رہا

کسی کا حسن زمانے میں لاجواب رہا
کہ جسکو دیکھ کے بیتاب آفتاب رہا

رہِ طلب کی وہ دشواریاں معاذ اللہ
قدم قدم پہ قیامت کا اضطراب رہا

وہ آچکا ترے کوثر کی چھینٹوں میں واعظ
جو بزم یار میں لذت کشِ شراب رہا

وہی ہیں باتیں جوانی کی وقتِ پیری بھی
شباب ختم ہوا قصۂ شباب رہا

تصورِ رخِ محبوب کا ہے یہ اعجاز
تمام شب مری آنکھوں میں آفتاب رہا

جگہ سے اپنے بڑھے بیگناہ ملنے کو
گناہگاروں پہ وہ لطف بیحساب رہا

وہ بے نقاب تھے لیکن قصور ہمت سے
قدم قدم پہ مجھے وہم صد حجاب رہا

امیدِ دید ادھر منتظر اُدھر وہ نہاں
خوشا وہ وقت کہ جب حسن بیحجاب رہا

نہ دیکھ میرے گناہوں کو وسعتِ رحمت
تری نگاہِ کرم پہ مرا حساب رہا

تجلیوں کا یہ عالم تھا اُسکی محفل میں
نظر کے سامنے اک عالم حجاب رہا

میں جنکی دیکھتا تھا راہ آگئے دمِ نزع
نہ غم نہ کشمکش روح کا عذاب رہا

تلاش کعبۂ مقصود میں ہے برسوں سے
طواف کیلئے گردش میں آفتاب رہا

جو نسل سیدِ شبانِ خلد میں ہے وحید
شباب اُسی کا زمانہ میں لاجواب رہا

کسی کے حسن کی اکڑن سے نہ ہارا ہم ہیں
یہی ہیں کچھ اور اگر دور انقلاب رہا

وفات جناب سید شبیر حسین صاحب ابن جناب سید عابد حسین صاحب رئیس سٹر اسٹیٹ للا زیدپوری

نشیلی آنکھون مین کچھ اسطرح حجاب رہا یہی مین سمجھا کہ شب تھی خمار خواب رہا

جھکائے سامنے سر اُسکے خود شباب رہا جو کمسنی سے جوانون مین انتخاب رہا

کچھ اور دلکش شب وصل التہاب رہا تمام رات جو پہلو مین آفتاب رہا

نظارہ سوز تھا خود حسن صورت خورشید وہ صرف کہنے کو محفل مین بے نقاب رہا

قفس مین کیا کہون گذری ہے فصل گل کیونکر کہ سر پٹکتا رہا اور سینہ باب رہا

کوئی مرے کہ جیے انکو کیا غرض اس سے جو کہہ چکے تھے زبان سے وہی جواب رہا

بہار گلشن دیدار لوٹتے رہے غیر وہ ہم تھے جن سے ہمیشہ انھین حجاب رہا

کبھی لہو کبھی آنسو بنا دل مضطر غرض کہ پہلو مین ہر دم اک انقلاب رہا

نسیم کس گل تازہ سے مل کے آج آئی عرق عرق جو جبیں پر جیسا گلاب رہا

نہ اسکے منہ سے وفا نکلا وصل کا وعدہ
دعا کا خیمہ صد افسوس بے طناب رہا

ہاشم — جناب مولوی حکیم محمد سعید ہاشم صاحب ابن جناب حکیم مولوی امداد حسین صاحب مرحوم ندوی

بہ رنگ نشہ دم واپسیں کا خواب رہا
مری نظر میں وہ مست مئے شباب رہا

حرم میں دیر میں مشغل شراب ناب رہا
جہاں رہا مرا توبہ شکن خطاب رہا

بنا کے نقش جمال آفریں یہ محو جمال
قلم رکا ہے ترا حسن لاجواب رہا

شہید ناز جو ہاتھوں پہ لیکے سر آیا
تمام عرصۂ محشر میں اضطراب رہا

وہ حسن جس نے قیامت اٹھا دی پردے میں
بڑا غضب ہے جو محشر میں بے حجاب رہا

کریگا طالع شوم آشیاں کسطرح تباہ
قفس میں شاد جو بے خانماں خراب رہا

پلٹ پلٹ کے رکا چشم انتظار میں دم
ٹھہر ٹھہر کے لب بام آفتاب رہا

ادھر گناہ بڑھے اسطرف بڑھی رحمت
نہ کچھ شمار رہا اور نہ کچھ حساب رہا

اخیر وقت میں ہاشم پیام یار آیا
زبان بند ہے اب حشر پر جواب رہا

یونس: جناب مولوی سیّد یونس حسین صاحب بیدپوری

کوئی بتائے میں کب تارکِ ثواب رہا
نہ آج ہے نہ کبھی مے سے اجتناب رہا

امید بھی ہے عجب شئے میں دل سے کہتا ہوں
نگاہِ لطف بھی ہوگی اگر عتاب رہا

خط اسکے پاس تھا یا دل مرا لئے ہوئے تھا
تمام راہ میں قاصد کو اضطراب رہا

فنا ہوا سبق ہستی فنا دے کر
محیطِ دہر میں صورتِ حباب رہا

شراب کا ہے یہ اعجاز رندوں کا یہ نصیب
ہمیشہ اُنکے لئے موسم شباب رہا

موازنہ کیا مستانِ ہوشیار نے جب
سرورِ مے سے بڑھا نشۂ شباب رہا

مرے تڑپنے پہ دنیا نے کروٹیں بدلیں
وہ مست ناز بدستور محوِ خواب رہا

حضور داورِ محشر دمِ حساب و کتاب
کوئی پسینہ پسینہ میں آب آب رہا

محیطِ دہر میں راحت نہ پائی اے یونس
بجائے خود صفتِ موج پیچ و تاب رہا

طالب غزل حکیم سید علی محمد رئیس و بانی مشاعرہ

اسی اٹھان پہ گر عالم شباب رہا
تو تیرے ہاتھ زمانہ کا انقلاب رہا

تمام بزم میں میری طرف خطاب رہا
یہ انتخاب بھی بس ایک انتخاب رہا

کسی پہ لطف کوئی مورد عتاب رہا
تری نظر پہ زمانہ کا انقلاب رہا

سمجھ کے یہ کہ نہیں تیری رحمتوں کا شمار
مرے گناہوں کا یارب نہ کچھ حساب رہا

شب فراق میں دل نے بھی ساتھ چھوڑ دیا
کوئی نہ پاس مرے وقت اضطراب رہا

یہ کون آگیا بالیں پہ میرے وقت سوال
کہ پوچھنے میں نکیرین کو حجاب رہا

کھلی کب آنکھ کہ پیری کی صبح ہونے لگی
میں محو خواب تھا جس وقت تک شباب رہا

نگاہ اٹھ گئی جس وقت میرے ساقی کی
تو اک اشارہ میں گردش پہ آفتاب رہا

خموش کاتب اعمال سادی فرد گناہ
محاسبہ جو ہوا کچھ عجب حساب رہا

نظر جو آئینہ میں آئی اپنی رعنائی
نگاہ پھیر لی ظالم کو خود حجاب رہا

رہے یہ طالب دیدار منتظر کب تک
اٹھا دو پردۂ غیبت بہت حجاب رہا

دور ثانی

اعتقاد غزل جناب سید محمد اعتقاد حسین صاحب ابن سید محمد شاد صاحب وکیل زید پوری

مرے دل میں ہے تصویر اُس جمال رخ پرور کی
دکھا کر جس نے اک جلوہ نگہ عالم کی ششدر کی

چمن کیسا قفس میں گھٹ کے مرجانا رہا باقی
غرض ہے بازوؤں کی نے کچھ پروا ہے شہپر کی

تمہاری بات سچی ہے یہ ضد کیسی قسم کیسی
چلو بس ختم ہے تم نے کہی اور میں نے باور کی

بتوں سے عشق کی ٹھہرے گی یارب حشر کیا ہوگا
یہاں لاکھوں تمنائیں اُدھر تقصیر پیمبر کی

خدا کرتا کہ تم موتی سمجھتے اور اٹھا لیتے
دل غلطان عاشق کو شکن میں ہے جو بستر کی

پلک جھپکی نہ تھی اور دل کا قصہ ہو گیا فیصل
جگر کا فیصلہ بھی تھا جو مڑتی نوک نشتر کی

امام منتظر کا آج یہ روز ولادت ہے
خوشی عالم میں ہے تکمیل سے دین پیمبر کی

بقا اسلام نے پائی ملی ایمان کو رونق
ہمیشہ کے لئے وارث ملا مسند کو حیدر کی

قدم سے انکے رونق ہوگی بیت اللہ کو حاصل
اگر سچ پوچھو قسمت جاگ اٹھی اللہ کے گھر کی

تصور جب امام عصر کی غیبت کا آتا ہے
نظر میں میری آجاتی ہیں لہریں بحر اخضر کی

ہوا اعتقاد بیڑا پار آیا ناخدا ساقی
مرے سینہ سے ٹکراتی ہیں موجیں حوض کوثر کی

احمد غزل جناب سید احمد حسین صاحب ابن جناب سید محمد شاد صاحب کیل ندیوری

خجل ہے آسمان رفعت ہی وہ محبوب کے در کی
جنان کو جائیگی اپنی زمین ہی کوئے دلبر کی

مری مظلومی اُنکا ظلم۔ عدل یا دکھانا تھا
ضرورت ورنہ کیا تھی داور محشر کو محشر کی

نہ پوچھو اے ہما سے جب قدم اٹھتا نہیں میرا
ٹھہر جا سجدے کر یہ سرزمین ہی کوئے دلبر کی

یہ فیض صحبت اہل مجاز اے اہل عرفان ہی
حقیقت میں شکایت میں نہیں کرتا مقدر کی

اگر بہلے تو رفتہ رفتہ دل بہلے گا جنت میں
ہوا کھائی ہے ہمنے اور برسون کوئے دلبر کی

سحر ہوتے ہی یہ چرچا ہی زندہ ہی مریض غم
نکلتا ہی نہیں منہ سے کسی کے صبح کیونکر کی

جھکائے ہیں وہ سر تیغ جفا ان مشتاق منظر
ادھر اُنکی ادھر تیغ پر نظر ہے اہل محشر کی

عطا کی خشت خم اسنے۔ زمین میکدہ بخشی
ضرورت ہمکو تکنے کی نہ حاجت ہمکو بستر کی

خدائی بھر نے دیکھا ہے مگر یوسف کے آتی ہی
بڑھی اور کسقدر رونق بڑھی بازار محشر کی

دغا والون کے وہ بھی دشمن انکے ساتھ گردون بھی
محبت کا صلہ یہ ہی یہ گردش ہی مقدر کی

نظر کہتے ہیں اسکو اسنے احمد اسطرح دیکھا
یہی ہر اک سمجھتا ہے نگاہ لطف مجھ پر کی

اکمل غزل جناب سید متوسط حسین صاحب اکمل زیدپوری

قدم لیں اُسکے کچھ پروا نہیں جسکو ہے سر کی
رہا ہاتھ اُسکے میدان عشق کی اُسنے مہم سر کی

مجھی کو کیوں نہ دیکھیں چشم عبرت سے نظر والے
جو تصویر مجسم دیکھنا ہے ہجر دلبر کی

اگر پوچھیں دل عاشق سے پوچھیں پوچھنے والے
شب فرقت بسر کی کسطرح اور صبح کیونکر کی

نظر اہل نظر کی ہے نگاہ مست ساقی پر
ضرورت کیا ہے پھر شیشے کی حاجت کیا ہے ساغر کی

تجھے اے کوہکن حاجت کسی شاہد کی اب کیا ہے
لکیریں بھی مٹانے سے کہیں مٹتی ہیں پتھر کی

یہاں جس حسن کے کام آئیں زبان اُنسے واقف ہے
قیامت میں بنے کام آئینہ مہر محشر کی

کسی کے خال رخ پر کیوں نہ پھر ایمان لائیں ہم
اسی اک نقطہ میں ہے معنویت چار دفتر کی

سمجھنے والے سمجھیں توحید میں محمد ؐ کی
نیاز عاشق جانباز کی اور ناز دلبر کی

جوانی کا پلٹنا یاں گواہ عشق صادق ہے
اگر واں بے زبان شاہد تھا عصمت پیمبر کی

حقیقت تب کھلے گی پاسبانوں پر ابھی کیا ہے
خبر جب لیگا دیوانہ کبھی دیوار کی در کی

دیت کوئی ہے جو خون بہا خود ہے جو کوئی رہ ہو
شہید ناز سر دیکر جزا چاہیگا پھر سر کی

خوشی کیا کیا نہ تھی قتل شہید عشق کے پہلے
لہو اب کیوں رلاتی ہے صدا اللہ اکبر کی

در دلدار پہ پہونچینگے اور پہونچینگے اے اکمل
کبھی تو کام آخر آئیگی گردش مقدر کی

جنون - جناب سید سجاد صاحب

ہوا کھانے گیا ہو کوچۂ گیسوئے دلبر کی
ٹہلتا ہے مرا دل چھاؤنی میں زلف عنبر کی

قیامت ڈھائینگی پہنچینگی جب منزل تک محشر کی
ادائیں بڑھتی جاتی ہیں نگاہ ناز پرور کی

وہ سوتے میں کبھی اٹھکر کروٹ میں پہلو نازکے نکلے
ادا کی راہ کا جادہ شکن ہے انکے بستر کی

کسی کو کیا خبر میری رگ دل میں ہے کیا لذت
نکلتی ہی نہیں چھلی ہوئی ہے نوک نشتر کی

نوشتہ میری قسمت کا ادھر لاؤ ہاں قاتل
میں اپنے صفحۂ دل پر کرونگا نقل محضر کی

ہوے دود جگر کا پیچ و خم اہل نظر دیکھیں
کھنچی تصویر کیسی گیسوئے جاناں کے گھونگھر کی

شگفتہ ہوکے رستے میں کھلینگے دل اگر جیتے
انھیں پھولوں سے زینت دیکھنا دامان محشر کی

تماشہ دیکھنے والو کہ ہم ہو جائینگے دل ٹکڑے
سمجھ لینا مرے خوں کی دھار کو بھی تار خنجر کی

مری میت کے اوپر اسے پریشاں دیکھکر بولے
پڑی کیا ہیں یہ ہڈیاں رستے میں کسکے جسم لاغر کی

لب جو زلف بکھرا کر جو ٹھہرا ہے وہ خوش بیٹھا
بچا لینگی ہیں شر سے شاخیں صنوبر کی

ستارہ میری قسمت کا ہے میرے ساتھ گردش خود
تمہیں کو ہے خبر گھر کی نہ اسکو اپنے محور کی

تجلی سے جو برق حسن کی غش آگیا مجھکو
عبث ہی مشغلہ تھا سید سمجھو اک پیمبر کی

ترے عاشق کا سوز دل عیاں ہے لوح تربت پر
نکل کر ہوگیا ہے موم کیا حالت ہے پتھر کی

مری نامہ بری کبھی آ جائے فصل بہاری بھی
نسیم کوئے جاناں سے کھلیں کلیاں کبوتر کی

جنوں اک اہل دل کے قول کو میں سنتا ہوں
نصیب دشمناں کیوں ہو بلا میرے مقدر کی

حاکم جناب مولوی سید حاکم صاحب

ہوا بدلی کہ آمد ہے بہار حُسن دلبر کی — چمن میں دیکھئے ہوتی ہے صورت کیا گلِ تر کی
قیامت کا یہ عدہ کون مانے حضرت ناصح — کرو دن تو یہ منگا دو مجھے تسنیم و کوثر کی
کرو تم قتل مجھکو شوق سے لیکن ذرا جبتک — نہ آنچ آئے کہیں میرے دل سوزاں کے اخگر کی
ضرور اس حُسن کے ہیں نازنینانِ فلک قائل — تمھاری سمت کیوں آنکھیں لگی ہیں ماہ و اختر کی
تصور ایک رشکِ مہر کا دل کو جلاتا ہے — شب ہجران میں سوزش دیکھتا ہوں روزِ محشر کی
بہت بیتاب ہوں ساقی ذرا تسکین ہو جائے — نہ دے مجھکو پلا لیکن جھلک دکھلا دے ساغر کی
اُسے کیا خوش ہے کوئی کہ اس گردن کا خون ہو خوش — جفا کیش آسمان کو توڑتی ہے اپنے پیکر کی
غزل اب دوسری لکھو سنا دو مطلع تازہ — ہے اب حاکم ہو جس میں مطلعِ خورشید خاور کی
شفق پھولی ہوئی دکھلا رہی ہے صبح محشر کی — شب فرقت میں خون باری ہمارے دیدۂ تر کی
دلِ عاشق میں سوزش کا اثر بھی ہے خلش بھی ہے — نگہ اُس شوخ کی بجلی ہے یا ہے نوک نشتر کی
بھلا طاقت کہاں اے دل جو دیکھیں اسکی طرف دیکھوں — جھپکتی ہے نظر جس ماہ سے خورشید انور کی
خفا کیوں ہو بھلا اس نے بجز کیا برائی کی — کسی کا کیا گلہ خوبی ہے سب اپنے مقدر کی
بوقت نالہ اپنا ہم نوا کرتے کو زندان میں — ہلا دیتی ہے زنجیروں کو جنبش قلب مضطر کی
قیامت میں نہ کیوں خود اپنا خون بخشوں ظالم کو — سمجھتا ہوں کہ شرمیلی طبیعت ہے ستمگر کی
عبث بیڑی پہنائی حاکم زنداں نے حاکم کو — بہار آتے ہی ضائع ہوگی محنت ستمگر کی

حمید ۔ جناب حکیم سید حمید نواب صاحب ابن جناب حکیم اوستادی المعظم سید محمد نواب صاحب مرحوم لکھنوی

بلا سے گرد سر جانان یہی معراج ہے سر کی
کرینگے آزمائش آج پھر اپنے مقدر کی

اب اس سے بڑھکے ہو سکتی ہے کیا خوبی مقدر کیا
قسم جھوٹی سہی لیکن وہ کھاتے ہین مرے سر کی

سر محفل نقاب اُس شوخ نے رخ سے جہان سر کی
ذرا پھر دیکھنا بیتابیان ہر قلب مضطر کی

یہی احسان کیا کم ہے کہ وہ بھولے نہین مجھکو
پسند آئے نہ کیون ویسے جفا مجھکو ستمگر کی

شکست رنگ سے رخ کے مری کچھ اور حالت ہے
نظر بدلی نظر آتی ہے حبیب بندہ پرور کی

نقاب اُلٹے ہوئے کیون بام پر آئے خدا رکھے
تمہارے سامنے ضو گھٹ گئی خورشید خاور کی

اُٹھایا ہے عجب طوفان کسیکے آب خنجر نے
لہو مین ڈوبتی ہے ناؤ میرے قلب مضطر کی

نہ کیونکر چشم بسمل مین ہو قاتل خنجر کی پیدا
کھنچی جاتی ہے آنکھون مین چمک تیغ دوپیکر کی

ترے دیوانۂ الفت کو دنیا پھر ستائیگی
یونہی باقی رہی کچھ دن اگر شوریدگی سر کی

اُٹھے گا نوح کا طوفان دنیا ڈوب جائیگی
اگر بارش ہوئی میرے سحاب دیدۂ تر کی

یہی احسان کیا کم ہے کہ پڑھنے فاتحہ آئے
ضرورت قبر پر کیا ہے کو نہ پھولون کی چادر کی

انھین دو مشغلون مین عمر ہوتی ہے بسر اپنی
تمنائے ستم ہے یاد ہے گاہے ستمگر کی

جہان پر بانکے ہاتھون ذلتین لاکھون اُٹھائی ہین
ہمین پھر کھینچ لائی ہے کشش آخر اُسی در کی

کبھی بھی مہربان پایا نہ اپنے حال پر اُسکو
نہ مٹنا تھی نہ ظلمت مٹ سکی اپنے مقدر کی

نہ کیون وحشت بڑھے سودا سمائے سر میں اُلفت کا
جنون انگیز ہین دلکش ہوائیں کوئے دلبر کی

اُسی در پر پہونچ کر درد دل جائیگا ای حمید
مریضون کے لئے خاک شفا مٹی ہے جس در کی

رضا جناب سید ہاشم صاحب ابن جناب سید آغا علی صاحب حسین زیدی

وہ چمکی دیکھنا بجلی نگاہِ فتنہ پرور کی
گھٹا چھائی ہے یا بکھری ہوئی ہے زلف دلبر کی

نظر مجھپر بھی پڑ جائے الٰہی میرے دلبر کی
سنور جائے کبھی اے کاش حسرت قلبِ مضطر کی

ضرورت تیغ ہی کی ہے نہ حاجت اسکو خنجر کی
بنا دیتی ہے بسمل اک نظر میرے ستمگر کی

بھلا چھپ سکتی ہے خوشبو کہیں زلفِ معنبر کی
وہ گذرے جس طرف سے رہگذر ساری معطر کی

لبِ ساحل ہوا جس دم گذر اس ماہِ کامل کا
ہوا اک جزر و مد پیدا اٹھین موجین سمندر کی

لنڈھا دے خم پہ خم ہو جس میخانے کی اے ساقی
مرے دلکو ہوس ہے آج بھر ساغر پہ ساغر کی

مین جسپر جان دیتا ہون وہ غیرون کا دم بھرتا
کرون کس سے شکایت اپنے برگشتہ مقدر کی

یقین دلکو تھا دیدار ہوگا اب قیامت مین
جو وقتِ نزع بھی آیا عنایت کی ستمگر کی

شبِ غم ایک ساعت بھی مرے آنسو نہین تھمتے
جھڑی ساون کی ہے بارش نہین ہے دیدۂ تر کی

کوئی تڑپا کرے لیکن اثر ان پر نہین ہوتا
حسینون کے دلون مین خاصیت گویا ہے پتھر کی

چلے آئے ہین دل تھامے رضا وہ بھی بالین پر
نہ جانا نزع کے عالم مین مین نے آہ کیسے مخبر کی

شاد جناب سید محمد شاد صاحب گیلانی بدایونی

جہاں کیا کارفرمائی نگاہِ ناز پرور کی
قیامت کیا ہے اک معجز نمائی انکی ٹھوکر کی

مجھے مشکل میں آسانی ہے آسانی میں مشکل ہے
زمانے سے جدا ہیں گردشیں میرے مقدر کی

پسینہ آگیا ماتھے پہ دامن تھامنے والے
جھکی جاتی ہیں آنکھیں شرم سے خورشید محشر کی

وہ بالیں پر نہ تھے دم کھنچتے کھنچتے کھنچ گیا آخر
انھیں رو رو کے ہچکیوں میں داستاں بھی زندگی بھر کی

دمِ گلگشت چہرے پر بکھرنا زلف شبگوں کا
گلوں کا رنگ رخ بدلا چمن سے چاندنی سرکی

وہ اک محشر اٹھاتے آئے ہیں گور غریباں میں
پہونچ جائینگی جھٹک ٹھوکریں میرے مقدر کی

ادائے چشم و ابرو آزمائی آئینہ رکھکر
کہیں دیکھے قاتل نے دیکھی بار دھ خنجر کی

سر اٹھاتے عرش اٹھا ہے یہ ارمان دل ادنیٰ
جہاں جاتے ہیں سب جلوہ گاہیں ہیں برابر کی

شکن ابرو پہ آتی ہے تو بچ جاتی ہے مشکل سے
نہ جائے گی نہ جائے گی کبھی تیغ دو پیکر کی

جدا وہ چاہتے ہیں حشر اپنے دادخواہوں کا
بڑھائی جارہی ہیں وسعتیں دامانِ محشر کی

عنبر جناب منشی امیر پرشاد صاحب بدیپوری

نقابِ الٹ جب اُس شوخ کے رخسار سے سرکی
گھٹا گھنگھور سے بدلی ہوئی مہرِ منور کی

تجلی روزِ روشن ہے ترے روئے منور کی
سیاہی ہے سوادِ شب تری زلفِ معنبر کی

بلا سے شب مرے کٹے نہ تا وقتِ سحر سر کی
خیالِ زلف تھا یا یاد تھی مارِ فسونگر کی

چھوڑایا جس نے دامانِ تسلی سیر یا ٹھوکر سے
خدا جلدی خبر لے اُس عدوِ کینہ پرور کی

جمالِ یار کے عشاق یوں مشتاق بستے ہیں
کہ جیسے چاہ ہر ذرہ کو ہو خورشید انور کی

تجلی رخِ خورشید سے ہی ماہ کو رونق
تنِ پرنور سے تیرے ہوئی زینت ہے زیور کی

خیالِ نوکِ مژگانِ صنم کافی ہے اس دل کو
ضرورت کیا جنوں فصّاد کی ہے اور نشتر کی

ہوا اچھا نہ کی دشمن نے کوئی بات نازیبا
وگرنہ دوستو نوبت پہونچتی تیغ و خنجر کی

میں اپنا نامہ لیکر آپ ہی ملتا پریوں سے
اگر کچھ مجھ میں طاقت ہوتی پروازِ کبوتر کی

کہانتک سختیاں جھیلیں ترے غم میں بُتِ بے پیر
نہ کھولیں کیوں زبان عاشق نہیں ہے قوت پتھر کی

حصولِ مدعا یوں کہ یا لنسہ پڑ گیا جس کا
بساطِ دہر کی سمتیں میں پایا زہی ہے جو سر کی

تنِ انساں پہ جامہ کسر و آجاتی ہے زینت
ملمّع سے ہوا کرتی ہے رونق جیسے زیور کی

کوئی جلاکر ہوا ہے خاک کوئی نیم بسمل ہے
نگہ اس شوخ کی بجلی ہے یا ہے نوکِ نشتر کی

تصور عکس بنکر اسکا نقشہ کھینچ لیتا ہے
نہیں ملتیں سما جاتی کوئی تصویر پتھر کی

تری درگاہ میں با حالِ خستہ ہے پڑا کب سے
دعا مقبول ہو اے قبلہ حاجات عنبر کی

جناب ڈاکٹر منشی عبد الحی صاحب شفاخانہ زید پور

بشر تعریف کیونکر کر سکے اُس ذات برتر کی
رہی قاصر زبان حمد و ثنا میں جس پیمبر کی

قیامت کا کرے کیا خوف اُمت اس پیمبر کی
کہ جسکے ہاتھ میں ہوئے شفاعت روز محشر کی

جب آنکھیں بند کرلیں دل میں وہ جلوہ نظر آیا
حقیقت کھل گئی اک دم میں سارے عرض و جوہر کی

علی کا مرتبہ پوچھو خدا سے یا پیمبر سے
کہ یا تو جوہری یا شاہ جانے قدر گوہر کی

جسے شک ہو وہ کافر ہے کہ ارشاد پیمبر ہے
دو عالم کی عبادت سے ہے افضل ضرب حیدر کی

بھرے ہے دن رات کیونکر دم نہ عبد حی پیمبر اُسکا
کہ ہے تا نفس پر زندگی جس نے مقرر کی

عباس — جناب سید حکیم علی عباس صاحب ابن میر آغا حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ

روانی تمنے دیکھی ہی نہین ہے دیدۂ تر کی
اگر دیکھو تو لہرین یاد آجائین سمندر کی

شکن اوٹھ اوٹھ کے کہتی ہے مرے تارِ بستر کی
ہے تیزی تجھ مین نشتر کی روانی تجھ مین خنجر کی

کسی وحشی کے خون نے اسقدر گلکاریان کی ہین
کہ اب بدلی ہوئی صورت ہے ہر دیوار و در کی

مرا دل کانپتا تھا اور انکے ہاتھون مین تھا شیشہ
ہوئی قدمون مین لغزش مے چھلک جائے نہ ساغر کی

رہا ہون تپتے صحراؤن مین آفت بھی سہ لونگا
یہ تیزی اور یہ گرمی آفتابِ صبحِ محشر کی

اسی ہچکی مین میری زندگی کا اک فسانہ ہے
ذرا سن لو سنا دون مین کہانی زندگی بھر کی

کسی کے دل سے ٹکرائے ہین اپنے آنسوؤن کے چھینٹے
مرے دامن مین لکھی ہے کہانی زندگی بھر کی

مگر عباس اسکی آستان بوسی سے کیا حاصل
لکیرین مٹ نہین سکتی ہین انسان کے مقدر کی

قاسم غزل جناب سید قاسم رضا صاحب زیدپوری

مسیحا دیکھ لے حالت ذرا بیمارِ مضطر کی
کہ بے چینی سے مشکل شام کرنا ہے سحر کی

نظر آئیگی طلعت آفتابِ روزِ محشر کی
قیامت ہوئیگی برپا نقابِ رخ اگر سرکی

بجائے خون رگ رگ میں بھری ہے آتشِ سودا
کھلے کیا فصد جل جاتی ہے جب نوک نشتر کی

دلِ نازک ہے مائل سنگدل پر دیکھئے کیا ہو
کرا ہے دوستی قائم ہوئی شیشے سے پتھر کی

سحر دشوار ہے ہونا کہ نبضیں ڈوبی جاتی ہیں
بگڑتی جاتی ہے حالت ہماری قلبِ مضطر کی

قسم کھائی ہے جوشِ گریہ نے غرقاب ہو دنیا
کہ بربادیٔ عالم اب ہے نیت دیدۂ تر کی

کشیدہ اس طرف شمشیر اُدھر دل اسکے ابرو پر
بچے قاسم کا دل کیونکر جو چوٹیں ہیں برابر کی

کامل۔ غزل جناب سید علی حسن صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل زیدپوری

جلایا خون جگر کا چھیڑ دی رگ قلب مضطر کی
نگاہ اُس شوخ کی بجلی ہے یا ہے نوک نشتر کی

بل ابرو پہ ہے اور ترچھی نظر ہے اُس ستمگر کی
مرے مجبور دل پر مشق ہے اب تیر خنجر کی

کوئی دامن سمیٹے منہ پھرائے ذبح کرتا ہے
الٰہی خیر کرنا دھار پھر جائے نہ خنجر کی

اودھر ہے بے نیازی اس طرف طوفان بیتابی
تلاطم میں پڑی ہے آہ کشتی قلب مضطر کی

پڑی ٹھوکر اُٹھے مُردے پڑی مشکل میں لاکھوں
خجل ہے اُس خرام ناز سے رفتار محشر کی

بنا گرداب حسرت خود سفینہ بحر اُلفت کا
کہ مایوسی کے ہچکولے تھے اک زنجیر لنگر کی

شب فرقت نہایت بیکلی سے جان نکلی ہے
اُداسی کہہ رہی ہے یہ شکن آلودہ بستر کی

ذرا مس ہو تو جائے بار دیگر قلب سوزاں سے
دھواں بنکر اُڑیگی آب قاتل تیرے خنجر کی

تمھیں آہوں سے نفرت اور شکوہ کی شکایت ہے
نکالوں کونسی صورت سکون قلب مضطر کی

وہی کچھ پیش آیا جو کہ پیشانی پہ لکھا تھا
زمانہ کا ہمیں شکوہ شکایت ہے مقدر کی

بقا کامل فنا میں ہے یہ سمجھے بھی تو کیا سمجھے
نہ ابتک زندگی کی قدر سمجھے خاک بھر کی

منتصر غزل جناب سید منتصر حسین صاحب زیدپوری

حقیقت سیم و زر کی اصل کیا ہے لعل و گوہر کی
اگر ہے قدر کے قابل نظر ہے اہل جوہر کی

کسی شے کیلئے مشکل سے مشکل ہے کد و کاوش
شکایت سہل سے بھی سہل ہے اپنے مقدر کی

چلے شور زور دن بھر اہو نکلے تو کیا نکلے
خطا فصاد کی تقصیر اسمیں کیا ہے نشتر کی

عدیل اپنا مثیل اپنا کسی سے دیکھا جاتا ہے
نہ آنا تھا نہ آیا یہ سمجھ میں پھر سکندر کی

بتا سکتا نہیں واعظ یہ کل کیا ہونیوالا ہے
قیامت ہے قیامت سے خبر دیتا ہے محشر کی

کبھی وہ منزل مقصود تک پہنچا نہ پہونچیگا
ضرورت عشق کی منزل میں جسکو ہوگی رہبر کی

میں کیوں کھنچتا ہوں اسکی سمت وہ کیوں میری سمت آخر
مری طینت میں گرمی نہیں ہے کوئی دلبر کی

ملا لیتے ہیں شیشے تیرے سنگ در سے ہم کیا ہیں
کہاں پہونچا کہاں سے واہ ری تقدیر پتھر کی

سمجھنے کی ہے بات اے منتصر اتنا سمجھ لینا
نہیں اسرار سے خالی خموشی اہل جوہر کی

غزل جناب سید محمد علی صاحب ابن جناب مولوی سید فرزاد حسین صاحب زیدپوری

خدا شاہد نہیں کافی شہادت دیدۂ تر کی
وہ کیا جانیں جو حالت ہے ہمارے قلب مضطر کی

کسی کی یاد تڑپاتی ہے یوں رہ رہ کے فرقت میں
کھٹکتی ہے دل زخمی میں جیسے نوک نشتر کی

مرا قصہ چکا دے چین آجائے مجھے قاتل
مری رگ رگ پکار اُٹھے بلالوں تیرے خنجر کی

ہوا یوں منتشر کرنا تجھے خوشبو کا زیبا تھا
بضاعت تو نے کیوں برباد کر ڈالی گل تر کی

ادائیں حسن کی اُن کی ارے توبہ ارے توبہ
ہوئی ممکن نہ ابرو سے مہم جو زلف نے سر کی

یہ عالم ہے کہ دن پر رات کا ہوتا ہے اب دھوکا
دل بیتاب نے دنیا بدل دی میرے منظر کی

لیے جاتے ہیں غرق بحر عصیاں کو سوئے دوزخ
مدد اے رحمت حق لاج رکھ لے دیدۂ تر کی

وفا غزل جناب سید شبیر حسن صاحب ابن جناب سید عابد حسین صاحب رئیس سبزیٹالا

ہوئی ہے سوز فرقت سے یہ حالت جسم لاغر کی
نہ خون سے تر ہوئی قاتل زبان خشک خنجر کی

وہ بھولیں گے کہاں تک اشکباری دیدہ تر کی
رہیگی بعد میرے بھی زمین تر کوئے دلبر کی

نقاب روئے روشن جو شب تاریک میں سرکی
فلک نے رات بھر تارونکی اُس سے پیچھا دیکی

علاج درد دل کرنے گئے تھے دل ہی کھو آئے
وہ اچھے ہیں مسیحا کیا دوا کی قلب مضطر کی

شب فرقت میں رویا ہوں میں اشک غم میں ڈوبی
نہیں یہ تر بتر شبنم سے کلیان میرے بستر کی

کمند زلف نے تیر نظر نے تیغ ابرو نے
مرے دل کی ضیافت انکے گھر میں سب نے ملکر کی

جنھوں نے انکی ضد دیکھی ہے میرا شوق بھی دیکھیں
اُبھر آئی ہے پھر شہ رگ کہ پھیریں دھار خنجر کی

قیامت میں مجھے چپ کر دیا یہ کہکے ظالم نے
اگر کچھ تھی محبت تو شکایت میری کیونکر کی

شکستہ دل کیا نقد وفا کا تھا جو گنجینہ
اُٹھن کیا ال گیا آخر تباہی ہے بھرے گھر کی

یہی جلوہ تو تھا وہ طور جس نے چور کر ڈالا
بھلا کیا تاب دل لا سکے روئے انور کی

ہوں میں وہ دل کا مشعل آہ کی ہمراہ ہے ہر دم
نہ شب کو روشنی کی اور نہ حاجت دنکو مہر کی

کسی بیرحم کو دل دیکے امید وفا کیسی
ملا دی خاک میں آخر ریاضت زندگی بھر کی

ہاشم غزل جناب حکیم سید محمد ہاشم صاحب ضیا زیدپوری

یہ ماتم ہی کسیکا یا سحر ہے روز محشر کی
گریبان صبح نے پھاڑا صبا نے خاک بر سر کی

کفن کے نام سے کچھ دھجیان ہین دامن تر کی
نظر آتی ہی دیوانہ پہ تیرے اہل محشر کی

اڑائی خاک صحرا مین چھنے ویرانہ کے تنکے
نہ جانے یہ جنون ہی یا کہ گردش ہی مقدر کی

قفس بھی دام بھی صیاد بھی شوق اسیری بھی
نگر چھوٹے چمن کیونکر جدائی ہی گل تر کی

مسافر کوے جانان مین جو پہونچا صدا آئی
سنبھل کر پاؤن اب رکھنا کہ منزل ہی یہان سر کی

گرائی طور پر بجلی جلا یا آشیان میرا
خبر اتنی ہوئی مجھکو تجلی تھی برابر کی

سر بازار یوسف بنکے جس پیکر مین تم آے
اسی قالب مین اکثر روح آئی ہے پیمبر کی

بہت دہوکے تھے راہ عشق مین ہم سے لاکھون
مگر رفتار مین پہچانتا تھا اپنے رہبر کی

جو کام آے کہ دن شغل جنون کے نذر ہی ہاشم
یہی اک بوریا ساری بضاعت ہی مرے گھر کی

یونس غزل جناب مولوی سید یونس حسین صاحب صنا زیدپوری

قدم ہون انکے سیر اسر ہو یہ معراج ہی سر کی
قدم رکھکر رہ الفت مین کیسی خیریت سر کی
دم آخر ہے بیمار محبت کا جو آجاتے
ترا شکوہ بھی اے گردون کرینگے باخبر رہنا
الاٹھا زاہد خشک آج بھی رستے مین کیا کہنا
فسانہ اپنے غم کا مختصر کرنا پڑا مجھکو
فقط اک سنگ اسود جس نے آنکھیں کھولکر دیکھا
وہان پہونچا ہون رفتہ رفتہ راہ عشق مین اپنے

یہ کہکر یہ بھی کہتا ہون یہ باتین ہین مقدر کی
کہ چلنا سر سے ہی اور بارڈھ پر شمشیر و خنجر کی
قیامت تک کا احسان انکا تھا تکلیف دم بھر کی
ابھی فرصت نہین ہمکو شکایت ہے مقدر کی
یہی باتین قیامت کی ہمارے دیدہ تر کی
سنا کرتے تھے دیکھی بھی درازی روز محشر کی
وہ کیا جانے حرم مین کیتنی تصویرین تھین پتھر کی
جہان صورت نظر آتی ہے سر رشکی نہ ہاسر کی

کھڑے ہو کر گھڑی بھر درمیان دونونکے ای یونس
قناعت دیکھلی محتاج کی ہمت تونگر کی

طالب غزل جناب حکیم سید علی محمد صاحب بانی مشاعرہ

گنے تارے کبھی شکنین مٹائین اُٹھکے بستر کی
شب فرقت بسر اللہ جانے کیونکر کی

دہن تیغ ادا کی کس مزے سے صبر مین سر کی
بڑی ہمت شہید ناز نے اللہ اکبر کی

فریب حسن ہے ظاہر مین نرمی اُس گل تر کی
بھری ہے کوٹ کر سختی مگر رگ رگ مین پتھر کی

قیامت تھی کُھلی آنکھ یونہی اُس ستمگر کی
نظر ترچھی چھپی ہے بانکے دلمین نوک نشتر کی

ذرا بدلی ہوئی چتون جو دیکھی اُس ستمگر کی
شہید ناز نے لیلین بلائین اُٹھکے خنجر کی

مرے بالین سے کیا کہتے ہوئے یہ چارہ گر اُٹھے
دھمک بھی اب نہین محسوس ہوتی قلب مضطر کی

نظر کے ساتھ چکر مین نظر آئیگا میخانہ
اگر یہ کیفیت موقوف ہے گردش پہ ساغر کی

یہ دیکھو خوبی قسمت کہ اب حرمان نصیبے
قسم کھاتے ہین ہائے رشک کے میرے مقدر کی

وہ چھبکی آنکھ غش کھا کر گرا اک دیکھنے والا
کہ برق حسن کوندی زلف کی کالی گھٹا سر کی

نہ کیونکر دیکھکر حسن بتان اللہ یاد آئے
کہ آئینہ سے آتی ہے نظر صورت سکندر کی

نہ دم بھر کو عیادت کے لئے جو شب ہم سے آیا
رُلائیگی اُسے پہروں اُداسی میرے بستر کی

شعاع حسن سے چھپنے لگا کل عرصہ محشر
نقاب اُٹھی نہ تھی یونہی ابھی تو روے دلبر کی

مزہ لطف خلش کا کوئی میرے قلب سے پوچھے
کہ سینے میں سیکڑون ٹوٹی ہوئی نوکین ہین نشتر کی

ہم اس طوفان مین کشتی خدا پر چھوڑ بیٹھے ہین
کہ ٹوٹی ناخدا کی آس اور زنجیر لنگر کی

سر بالین لحد پر وہ چڑھا دینکو بیٹھے ہین
نہ طالب کی ذرا بھی قدر جسنے زندگی بھر کی

ا ـ امید [illegible] ، مجموعه [illegible]